بصائرذوی التمییز میں مباحث تفسیر کا منہج واسلوب

The Methodology of Exegetical Discussions in Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz

Sadia Tahseen
PhD Scholar, Department of Arabic & Islamic Studies,GC University Lahore : saadiatehseen@lgu.edu.pk

Muhammad Farooq Haider
Associate Professor, Department of Arabic & Islamic Studies, GC University Lahore: farooqhaider@ymail.com

Abstract
In exegetical discussions, those key sciences are included which not only help in apprehending the meanings of the Qur’ānic words but also their divine objectives. The commentaries written in early periods used to infer from these sciences at relevant places and they were described as well according to the need. Afterwards, when these sciences were at a stage of compilation, exclusive books were used to be written on these exegetical sciences till the time a trend of compiling them in one unit as a discipline started. Among all literary endeavours, the most novel and distinctive one was of Majid al-Din Ferūzābādī. Many important Qur’ānic Sciences were assembled with detailed description in his exceptional book “*Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz*” comprised of six volumes. One part of the book comprises of those details of the Qur’ānic chapters, from Al-Fātiḥa till Al-Nās, which mentions the introduction of every chapter; its names; the number of verses, words and letters in it; positioning of its verses; the allegories and verses of abrogation in it; its objectives and lastly its virtues. In this article, a specialized study of surah Al-Fātiḥa and Al-Baqarah has been opted to discuss in detail the above mentioned aspects of the book. It enlightens the general methodology of this particular part of the book which distinguishes it among other books written on the subject of Qur’ānic Sciences.
Keywords: Exegesis, Qur’ānic Sciences, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, Methodology

آئمہ متقدمین و متاخرین نے معانی قرآن کے بیان میں نت نئے اسالیب اختیار کیے۔ محدثین، لغویین، نحویین، قراء، فقہااور متکلمین جیسے مختلف طبقات نے قرآن مجید کواپنے اپنے ذوق کے مطابق موضوع تحقیق بنایا، جہاں

علیحدہ سے مستقل کتب تفاسیر تالیف کی گئیں وہاں قرآنی موضوعات پر ایسی کتب بھی منظر عام پر آئیں جن میں تفسیر قرآن کو ایک باب کی حیثیت سے شامل کیا گیا۔ دوسری نوع کی کتب میں نمایاں اور منفرد مثال بصائر ذوی التمییز کی ہے جس کو مجد الدین فیروز آبادی نے تالیف کیا۔

بصائر ذوی التمییز کا اجمالی تعارف

کتاب کا پورا نام ''بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز'' ہے۔اس کے مؤلف مجد الدین فیروز آبادی ہیں۔آپ کا مکمل نام ''محمد بن یعقوب بن محمد مجد الدین ابو طاہر الفیروز آبادی اللغوی الشافعی''[1] ہے۔آپ کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے:

"محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن ابی بکر بن احمد بن محمود بن ادریس بن فضل اللہ بن الشیخ ابی اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبد اللہ المحمد ابو طاہر و ابو عبد اللہ بن السراج ابی یوسف بن الصدر ابی اسحاق بن الحسام السراج الفیروزآبادی الشیرازی اللغوی الشافعی"[2]۔

[1] القنوجی، صدیق حسن خان، التاج المکلل من جواہر مآثر الطراز الآخر والأول، تصحیح وتعلیق: عبد الحکیم شرف الدین، دار اقراء، المطبعۃ المہتدیۃ العربیۃ، ۱۹۶۳ء، ص ۴۶۶؛ السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر (م ۹۱۱ھ)، طبقات الحفاظ، اعداد و دراسۃ: عبد العزیز السیر دان، عالم الکتب بیروت، طبع اول، ۱۹۸۴ء، ص ۲۸۷

Al-Qanūjī, Ṣiddīque Ḥassan Khan, Al-Tāj al-Mukallal min Jawāhir Māthir al-Ṭirāz al-Ākhir wal Awwal, Annotation: ‘Abdul Ḥakīm Sharf al-Dīn, Dār Iqrā’, Al-Matbatul Mohtadiyya al-‘Arabiyya, 1963, P. 466; Suyūṭī, Ṭabaqāt al-Ḥuffāẓ, A‘dād wa Dirāsa, ‘Ālim al-Kutub Beirut, 1st Edition, 1984, P. 287

[2] طاش کبری زادہ، مفتاح السعادۃ، دار الاستقلال الکبریٰ القاہرہ، ۱۹/۱؛ الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، تحقیق: الاستاذ محمد علی النجار، المقدمہ، المکتبۃ العلمیہ، بیروت، ۱۹/۱

Ṭāsh, Kubrā Zāda, Miftāḥ al-S‘āda, Dār al-Istiqlāl al-Kubra al-Qāhira, 19/1; Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz fī Laṭā’if al-Kitāb al-‘Azīz, Editing: Muhammad Ali al-Najjār, Al-Muqaddama, Al-Matbatul ‘Ilmiyya, Beirut, 19/1

علامہ فیروز آبادی کی ولادت ۷۲۹ھ مطابق ۱۳۲۷ء کو کازرون یا کارزین میں (یہ دونوں دو شہروں کے نام ہیں جو قریب قریب واقع ہیں[3]) اور وفات ۸۱۷ھ میں زبید (یمن) میں ہوئی۔ آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہو اور وہیں آپ کو سپرد خاک کیا جائے، مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تھی، چنانچہ آپ کا انتقال یمن میں ہوا اور وہیں شیخ الجبرتی کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعد از وفات آپ کو مکہ مکرمہ منتقل کیا گیا تھا[4]۔

علامہ فیروز آبادی نے جس انداز سے کتاب بصائر ذوی التمیز کی تقسیم اپنے مقدمہ میں بیان کی ہے، اس اعتبار سے کتاب کا پہلا حصہ جسے طرف اول کہا گیا ہے اس کی حیثیت تفسیری مقدمات کی ہے۔ یعنی وہ ابحاث جن کو تفسیر کے آغاز میں موضوع بحث بنایا جاتا ہے ہمارے متقدمین ہوں یا متاخرین، انہوں نے تفاسیر کے آغاز میں ایسے اصول و مبادیات کو بیان کیا ہے جیسا کہ ابن جریر طبری نے "جامع البیان عن تاویل آی القرآن" میں، ابن عطیہ اندلسی نے "المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز" میں اور امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" کے مقدمہ میں اور اس سے پہلے ابن جزی اندلسی نے اپنی تفسیر "التسہیل لعلوم التنزیل" کے مقدمہ میں مبادیات تفسیر اور متعلقات علوم القرآن کو بیان کیا ہے۔ یہی رجحان اردو تفسیری ادب میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے جیسے علامہ حقانی نے اپنی تفسیر "فتح المنان" میں علوم قرآنیہ پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ تالیف کیا جس کا نام "البیان فی علوم القرآن" ہے۔

---

[3] السخاوی، شمس الدین، محمد بن عبد الرحمن، الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۷۹/۱۰؛ الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۸۴، ۱۴۶/۷؛ ابو الفداء، عماد الدین بن اسماعیل، تقویم البلدان، دار الطباعۃ السلطانیۃ، ۱۸۵۹ء، ص ۳۲۵-۳۲۸

Al-Sakhāwī, Shams al-Dīn, Muhammad b. ‘Abdul Raḥmān, Al-Ḍaw al-Lāmi‘ li-ahlil Qarn al-Tāsi‘, Dār Maktaba al-ḥayāt, Beirut, 10/79; Ziriklī, Khair al- Dīn, Al-A‘lām, Dār al-‘Ilm lil Malāyīn, Beirut, 1984, 7/147; Abul Fidā, Taqwīm al-Buldān, Dār al-Ṭabā‘at al-Sultāniyya, 1859, P. 325-8

[4] ابو الطیب التقی، محمد بن احمد الحسنی، العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین، تحقیق: فواد سید، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ القاہرہ، ۱۳۹۱ھ، ۴۰۰/۲

Abū Ṭayyab al-Taqī, Muhammad b. Ahmad al-Ḥusnī, Al-‘Aqd al-Thamīn fī Tārīkh al-Balad al-Amīn, Editing: Fawad Syed, Matba‘a al-Sunna al-Muhammadiyya Qāhira, 1391 A.H., 2/400

طرف اول کے بعد طرف ثانی یعنی کتاب کا دوسرا حصہ، جس میں سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک سورتوں کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ مؤلف نے سورتوں کی توضیح میں آٹھ بنیادی مضامین کو موضوع بحث بنایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

الطرف الثانى من هذا الباب فى المقاصد المشتملة على جميع سور القرآن من أَوّله إِلى آخره.

كلَّ سورة تشتمل على ثمانية متعلّقة بالسُّورة.

الأَول: موضع نزولها. الثَانى: عدد آياتها، وكلماتها، وحروفها، والآيات المختلف، فيها.

الثالث: بيان مجموع فواصلها. الرَّابع: ذكر اسمها، أَو أَسمائها.

الخامس: بيان المقصود من السُّورة، وما تتضمنه مجملاً. السَّادس: بيان ناسخها ومنسوخها.

السَّابع: فى متشابهها. الثامن: فى فضلها وشرفها.[5]

مؤلف نے سورتوں کی تفسیر و توضیح میں مذکورہ بالا آٹھ مضامین سے بحث کی ہے۔ یہاں بطور مثال سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کا اختصاصی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اور اس ضمن میں ان مضامین کے تحت مجد الدین فیروز آبادی نے جو اسلوب اپنایا اور سورتوں کی تفصیل میں جو منہج اختیار کیا ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔

الف۔ سورۃ الفاتحہ کے بصائر:

علامہ فیروز آبادی نے سورۃ الفاتحہ کے بصائر کو بیان کرنے کے لیے "بصيرة فى الحمد" کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس عنوان کے تحت مضامین کی تقسیم اور تفصیل درج ذیل ہے:

i. سورۃ الفاتحہ کے مقام نزول میں آئمہ کا اختلاف:

سورۃ الفاتحہ کلام اللہ میں ترتیب کے لحاظ سے پہلی سورت ہے۔ اس کا شمار مختصر سورتوں میں کیا جاتا ہے' روایات اور احادیث کے مطابق معنوی لحاظ سے بہت عظیم اور قرآن کی اساس ہے۔ اس سورت کے نزول میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ مؤلف اپنی کتاب میں سورت کے مکی اور مدنی ہونے سے متعلق علماء کے مابین اختلاف کو

[5] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱۲۸/۱

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/128

بیان کرتے ہیں اور آغاز میں ہی اپنے مؤقف کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ قول درست ہے جس میں کہا گیا کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ لکھتے ہیں: نزلت بمكة و هو صحيح [6]

مکہ میں اس سورت کے نزول والے قول کو ترجیح دیتے ہوئے آپ نے درج ذیل نکتہ کو اس امر کی دلیل بتایا:

لانه لا يعرف فى الاسلام صلاة بغير فاتحة الكتاب [7]

یہاں مؤلف نے اس حدیث کو بنیاد بنایا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

لا صلاة الابقراءةالفاتحة الكتاب [8]

چونکہ مکہ میں بھی نماز کا اہتمام موجود رہا اس لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ مکہ میں نماز کی روایت موجود ہو اور سورۃ الفاتحہ کا نزول نہ ہوا ہو۔

سورۃ الفاتحہ کے نزول اول وثانی کو بیان کرتے ہوئے آپ نے اس کے ایک نام سبع المثانی کی توجیہ یوں بیان کی ہے:

و قيل نزلت بالمدينة مرة، و بمكة مرة۔ و لهذا قيل لها: السبع المثانى؛ لانها ثُنيت فى النزول[9]

اور (اس ضمن میں) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سورت ایک مرتبہ مدینہ میں نازل ہوئی اور ایک مرتبہ مکہ میں۔ اسلیے اس سورت کے لیے "السبع المثانی" کا لفظ استعمال ہوا کیونکہ اس کا نزول دو مرتبہ ہوا۔

ii. سورۃ الفاتحہ کی آیات کی تعداد:

سور کی تفسیر و تفصیل میں زیر بحث لایا جانے والا دوسرا بنیادی نکتہ متعلقہ سورت کی تعداد، کلمات و حروف کا بیان ہے۔ سورۃ الفاتحہ کی آیات و کلمات کی تعداد کے بارے علامہ فیروز آبادی نے لکھا ہے:

---

[6] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱۲۸/۱

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/128

[7] ایضاً

Ibid.

[8] ترمذی، السنن، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء: انه لاصلاة إلا بفاتحة الكتاب ،(۲۴۷)

Al-Tirmidhī, Al-Sunan, Book of Prayers, Chapter: What Has Been Related About: There Is No Prayer except with Fātiḥatil-Kitāb, No. 247

[9] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱۲۸/۱

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/128

وأما عدد الآيات فسبع با لإجماع؛ غير أنّ منهم من عدّ {أَنْعمتَ علَيهم} دون البسملة؛ ومنهم من عكس. وشذّ قوم وقالوا: ثمان آيات. وشذّ آخرون فجعلوها ست آيات. عدد كلماتها خمس وعشرون.[10]

مذکورہ عبارت سے درج ذیل نکات مستفاد ہوتے ہیں:

- سورۃ الفاتحہ کی آیات کی تعداد بالاجماع سات ہے۔
- ایک جماعت کے نزدیک بسم اللہ کی بجائے (أَنْعمتَ علَيهم) ایک آیت ہے۔
- ایک جماعت نے (أَنْعمتَ علَيهم) کی بجائے بسم اللہ کو سورت کی آیت شمار کیا ہے۔
- ایک جماعت نے آٹھ آیات شمار کی ہیں جو کہ شاذ قول ہے۔
- ایک جماعت نے چھ آیات گنوائی ہیں۔اس قول کے حاملین نے بھی شذوذ کیا ہے۔

یہاں صاحب بصائر ذوی التمییز نے کسی بھی مؤقف کو اس کے قائل کی طرف منسوب کر کے وضاحت نہیں فرمائی اور نہ ہی سبب اختلاف بیان کیا۔ بعض سور میں آپ نے ایسے اختلافات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ تعداد آیات کے بعد آپ نے اس سورہ کے کلمات و حروف کی تعداد کو بیان کیا متصلاً فواصل آیات کی نشاندہی کی۔

iii. فواصل الآیات:

علم فواصل الآیات علوم القرآن کی اہم بحث ہے۔ علم فواصل کی تفہیم کے لیے چند تعریفات درج ذیل ہیں۔ قاضی ابو بکر باقلانی فواصل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الفواصل حروف متشاكلة فى المقاطع يقع بها افهام المعنى"[11]

یعنی فواصل جملے کے آخر میں آنے والے باہم مشابہ حروف کو کہتے ہیں کہ جن سے معانی کی تفہیم ہوتی ہے۔

علامہ دانی فواصل کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"الفاصلة كلمة آخر الجملة" [12]

---

[10] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز: ۱۲۸/۱

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/128

[11] الباقلانی، ابو بکر، محمد بن الخطیب، اعجاز القرآن، المطبعہ السلفیہ القاہرۃ، ۱۳۴۹ھ، ص ۲۰۵

Al-Bāqilānī, Abu Bakr, Muhammad b. al-Khaṭīb, I‘jāz al-Quran, Al-Matba‘a al-

[12] الزرکشی، بدر الدین، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن، دار المعرفہ للطباعہ والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۵۳/۱

یعنی جملہ کے آخر میں استعمال ہونے والا کلمہ فاصلہ کہلاتا ہے۔

امام زرکشی لکھتے ہیں:

"الفاصلة وهى كلمة آخر الآية، كقافية الشعر و قرينة السجع"[13]

فاصلہ قرآنی آیت کے آخری کلمہ کو کہتے ہیں جیسے شعر کا قافیہ اور سجع کا قرینہ ہوتا ہے۔

مجد الدین فیروز آبادی نے اپنی کتاب میں سورتوں کی تفسیر بیان کرتے ہوئے جو منہج اختیار کیا اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر سورت کے فواصل بیان کیے ہیں جیسا کہ سورۃ الفاتحہ کے فواصل میں آپ لکھتے ہیں: فواصل الآيات (م ن)[14]

یہاں آپ نے آئمہ قراء کے اقوال یا اختلافات کا ذکر نہیں کیا صرف مذکورہ بالا مختصر عبارت پر اکتفا کیا ہے۔ جس میں م اور ن کی بطور فواصل نشاندہی کی ہے۔

iv. سورۃ الفاتحہ کے اسماء:

کتب تفاسیر میں آئمہ نے سورۃ الفاتحہ کی عظمت وفضیلت اور عزت وشرف کے اظہار کے لیے اس کے متعدد نام نقل کیے ہیں۔ اسماء کی یہ کثرت سورۃ الفاتحہ کے مقام و مرتبہ اور اس کے مضامین کی جامعیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

مجد الدین فیروز آبادی نے بھی اپنی اس کتاب میں سورۃ الفاتحہ کی شان ومنزلت میں ۳۰ کے قریب اسماء بیان کیے ہیں لیکن مؤلف نے ان ۳۰ ناموں کو بیان کرنے میں کوئی دلیل قائم نہیں کی اور ایک روایت کے علاوہ دیگر اسماء میں وارد روایات کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔ سورۃ الفاتحہ کے اسماء کو آپ نے یوں زیب قرطاس کیا ہے:

أسماؤها قريبة من ثلاثين: الفاتحة، فاتحة الكتاب، الحمد، سورة الحمد، الشافية، الشفاء، سورة الشفاء، الأَساس، أَساس القرآن، أُم القرآن، أُم الكتاب، الوافية، الكافية، الصلاة، سورة الصلاة،

Zarkashī, Badar al-Dīn, Al-Burhān fī ‘Ulūm al-Qur’ān, Dār al-Ma‘rifa lil-Ṭabā‘a wal Nashr wal Tawzī‘, Beirut, 1994, 1/53

[13] ایضاً

Ibid.

[14] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۲۷

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/127

قال الله تعالى "قسمت الصلاة بينى وبين عبدى نصفين" الحديث، يعنى فاتحة الكتاب، السبع المثانى؛ لأنها تثّنى فى كل صلاة، أَو لاشتمالها على الثَّناء على الله تعالى، أَو لتثنية نزولها، سورة الفاتحة، سورة الثناء، سورة أُم القرآن، سورة أُم الكتاب، سورة الأَساس، الرُّقْية-[15]

علامہ نے سورۃ الفاتحہ کے مختلف ناموں کی فہرست دی ہے اور ان میں سوائے چند اسماء کے کسی نام کی وجہ تسمیہ بیان نہیں کی۔

V. سورۃ الفاتحہ کے مقاصد:

مباحث علوم القرآن میں ایک بحث "مقاصد سور" بھی ہے۔ مؤلف نے اپنی اس کتاب میں سورتوں کی تفصیل میں جو اسلوب اختیار کیا ہے اسی میں سے ایک سورتوں کے مقاصد بیان کرنا ہے۔ مجد الدین فیروز آبادی سورۃ الفاتحہ کے نزول کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

المقصود من نزول هذه السورة تعليم العباد التيمُّن والتبرك باسم الله الرحمن الرحيم فى ابتداء الأُمور، والتّلقين بشكر نعم المنعم؛ والتوكُّل عليه فى باب الرزق المقسوم، وتقوية رجاء العبد برحمة الله تعالى، والتّنبيه على ترقُّب العبد الحساب والجزاء يوم القيامة، وإخلاص العبوديّة عن الشرك، وطلب التوفيق والعصمة من الله، والاستعانة والاستمداد فى أَداء العبادَات، وطلب الثبات والاستقامة على طريق خواص عباد الله، والرَّغبة فى سلوك مسالكهم، وطلب الأَمان من الغضب، والضلال فى جميع الأَحوال، والأَفعال، وختم الجميع بكلمة آمين، فإنها استجابة للدعاء، واستنزال للرَّحمة، وهى خاتم الرَّحمة الّتى ختم بها فاتحة كتابه.[16]

سورۃ الفاتحہ کی آیات سے آپ نے اس کے مقاصد مستنبط کیے ہیں۔ یہاں ان آیات اور ان سے مستنبط مقاصد کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. ((بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ)) کا مقصد:

بسم اللہ کی تلاوت سے امور کی ابتدا بغرض خیر و برکت۔

---

[15] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۲۸-۱۲۹

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz., 1/128-9

[16] ایضاً، ۱/۱۲۹

Ibid, 1/129

2. ((الْحَمْدُ لِلّٰہِ)) کا مقصد: اللہ کی نعمتوں پر تلقین شکر۔
3. ((رَبِّ الْعَالَمِينَ)) کا مقصد: رزق کی منجانب اللہ تقسیم پر توکل۔
4. ((الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ)) کا مقصد: رحمت الٰہی کے ساتھ انسانی امید کو تقویت پہنچانا۔
5. ((مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ)) کا مقصد: قیامت کے دن جزاو حساب کے انتظار میں رہنے پر اکسانا۔
6. ((إِيَّاكَ نَعْبُدُ)) کا مقصد: عبودیت کو شرک سے پاک رکھنا۔
7. ((وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ)) کا مقصد: اللہ سے توفیق اور عصمت طلب کرنا اور عبادات کی ادائیگی میں مدد مانگنا۔
8. ((اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ)) کا مقصد: اہل اللہ کے طریق پر ثابت قدمی اور استقامت کی طلب۔
9. ((صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ)) کا مقصد: اہل اللہ کے مسالک کی اتباع کی رغبت۔
10. ((غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ)) کا مقصد: اپنے ہر حال و افعال میں غضب و گمراہی سے اللہ کی امان طلب کرنا۔
11. ((آمین)) کا مقصد: قبولیت دعا اور رحمت کے نزول کے لیے لفظ آمین سے اختتام۔

مذکورہ بالا اقتباس میں علامہ فیروز آبادی نے سورۃ الفاتحہ کی ایک ایک آیت کے مقاصد کو انتہائی جامعیت سے سمیٹا ہے۔ مفاہیم و مضامین کے بیان میں آپ نے جن الفاظ کا چناؤ کیا اور جو اسلوب اختیار کیا اس سے عربی زبان میں آپ کی مہارت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

vi. ناسخ و منسوخ:

علامہ فیروز آبادی نے سورتوں کی تفسیر میں جو عنوانات قائم کیے ہیں ان میں سے ایک عنوان "ناسخ و منسوخ" بھی ہے۔ ناسخ و منسوخ کی معرفت فہم قرآن کا اہم ذریعہ ہے۔ اس علم کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا کون سا حصہ معمول بہ ہے اور وہ کون سی آیات ہیں کہ جن کی تلاوت باقی ہے لیکن ان پر عمل کرنے کا حکم باقی نہیں رہا۔ یوں احکامات میں تدریج و تیسیر کے پہلوؤں کا بخوبی ادراک ہوتا ہے۔ کسی مفسر کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ناسخ و منسوخ کو جانے بغیر قرآن مجید کی تفسیر کرے۔

نسخ عربی زبان کا لفظ ہے جو تین حروف اصلیہ ن۔س۔خ پر مشتمل ہے۔ مشہور عربی لغت دان خلیل احمد فراہیدی نے اپنی کتاب کتاب العین میں نسخ کے معنی بیان کیے ہیں:

والنسخ اذا لتک امراً کان یعمل به ثم تنسخه بحادث غیره کالآیة تنزل فی امرٍ ثم یخفف فتنسخ باخریٰ فالاولیٰ منسوخة۔[17]

نسخ کے معنی ایک ایسے حکم کو ہٹانا جس پر عمل کیا جارہا ہو اور اس کی جگہ دوسرا حکم لے آنا جیسے ایک حکم کے بارے میں ایک آیت موجود ہو مگر پھر آسانی کر دی جائے تو اسے دوسری آیت منسوخ کر دے تو پہلی آیت منسوخ ہو جائے گی۔

ابن منظور نسخ کے لغوی مفہوم میں لکھتے ہیں:

نسخ الشی ینسخه نسخا و انتسخه اکتتبه عن معارفه النسخ اکتتابک کتابا عن کتاب حرفاً حرفاً و الاصل نسخة و المکتوب نسخة لانه قام مقامه و الکاتب ناسخ و منتسخ۔[18]

نسخ نقل و کتابت کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اس نے سامنے رکھی ہوئی کتاب سے لکھ لیا یا نقل کیا۔ اس لیے کہ جو اصل کتاب ہے اس کو بھی نسخہ کہتے ہیں اور جو اس سے نقل کر کے لکھی گئی ہے اسے بھی نسخہ کہتے ہیں اس کی قائم مقام ہوتی ہے اور کاتب کو ناسخ و منتسخ کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن جوزی نے نسخ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

رفع الحکم الذی ثبت تکلیفه للعباد اما باسقاطه الی غیر بدل او الی بدل[19]

یعنی اس حکم کا اٹھا لینا جس کا لوگوں کو مکلف بنایا گیا یا تو اس کا اسقاط بنا کسی بدل کے ہو گا یا کسی بدل کے ساتھ۔

علامہ نسفی نسخ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و فی الاصطلاح قیل هو رفع حکم بدلیل شرعی متاخر و قیل بیان منتهی ما اراد الله تعالیٰ بالحکم الاول من الوقت، و الاصح انه بیان انتهاء الحکم الشرعی المطلق الذی فی تقدیر اوهامنا استمراره بطریق التراخی[20]

---

[17] فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، دار مکتبۃ الھلال، س ن، ۲۰۱/۴

Farāhīdī, Khalīl b. Ahmad, Kitāb al-'Ain, Dār al-Matbatul Hilāl, n.d 4/201

[18] ابن منظور، لسان العرب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولی، 1995ء، ۱۲۱/۱۴

Ibn Manẓūr, Lisān al-'Arab, Beirut, Dār Iḥyā' al-Torāth al-'Arabī, 1st Edition, 1995, 14/121

[19] ابن جوزی، نواسخ القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ص ۲۰

Ibn Jawzī, Nawāsikh al-Quran, Dār al-Kutub al-'Ilmiyya, Beirut, n.d. P. 20

[20] نسفی، امام، کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار، مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ، طبع اولی، ۱۹۸۶ء، ۱۳۹/۲

یعنی ایک قول تو یہ ہے کہ نسخ بعد میں آنے والی شرعی دلیل سے پہلے حکم کا ختم کرنا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالٰی نے پہلے حکم کو جس وقت تک باقی رکھنا تھا اس مدت انتہا کا بیان ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ نسخ سے مراد متاخر حکم کے ساتھ مطلق شرعی حکم کی مدت انتہا کا بیان ہے جس کا جاری رہنا ہمارے ذہنوں میں تھا۔

مجد الدین فیروز آبادی سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کے ضمن میں ناسخ و منسوخ کے عنوان کو قائم کرتے ہیں۔ اگرچہ مؤلف کے نزدیک سورۃ الفاتحہ میں ناسخ و منسوخ سے متعلق کوئی آیت نہیں پائی جاتی، چونکہ سورتوں کی تفسیر و توضیح کے بیان میں آپ نے جو منہج اختیار کیا اسی ترتیب کے اعتبار سے سورۃ فاتحہ کے بیان میں ناسخ و منسوخ کو ایک ہی جملہ میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فليس فيها شىء منها [21]

ناسخ و منسوخ سے متعلق ایسی کوئی چیز موجود نہیں جو سورۃ الفاتحہ میں پائی جاتی ہو۔

البتہ دیگر سورتوں میں آپ نے ناسخ و منسوخ کی نشاندہی کی ہے جیسے: البقرہ۔

vii. متشابہات:

متشابہات قرآنی میں دو قسم کے مفاہیم مراد لیے جاتے ہیں۔ پہلی قسم ان آیات کی ہے جن کے معانی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان راز ہوں یا پھر راسخون فی العلم ایسی آیات کی تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دوسری قسم میں وہ آیات شامل ہیں جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور متعدد مقامات پر وارد ہوتی ہیں۔

علامہ فیروز آبادی نے مذکورہ بالا متشابہات کی دو اقسام میں سے دوسری نوع کو ہر سورہ کی توضیح میں عنوان بنایا ہے اور تکرار آیات کی توجیح بھی بیان کی ہے۔ اس کی ایک مثال درج ذیل ہے:

(الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ) اس میں سے الرحمن الرحیم کو بسم اللہ میں بھی لیا گیا ہے اور یہ اقوال کی تکرار ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ تکرار تاکید کے لیے ہے اور اس کے سبب میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ تکرار اس وجہ سے ہے کیونکہ حمد کا وجوب اللہ ہی سے ہے کیونکہ وہ الرحمن الرحیم ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ تکرار اس لیے ہے کیونکہ رحمت اللہ کا انعام ہے اس پر جو اس کا محتاج ہے (یعنی انسان)۔ پہلی آیت میں انعام کرنے والے کا ذکر ہے اور وہاں منعم کا تذکرہ نہیں ہے اللہ نے منعم کے ساتھ دوبارہ اس کو بیان کیا اور فرمایا رب العالمین، رحمان تو وہ تمام مخلوقات کے ساتھ ہے

Nasfī, Kashf al-Isrār Sharḥ al-Muṣannaf al-Manār, Maktaba Dār al-Bāz, Makka, 1st Edition, 1986, 2/139

[21] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱۲۹/۱

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/129

جبکہ رحیم مومنین کے ساتھ ہے بالخصوص حساب کے دن وہ ان پر انعام کرے گا اور ان کی بخشش فرمائے گا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے روز جزا کو بیان کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ وہ اس کا مالک اور بادشاہ ہے اور اس میں جزاو سزا اور ثواب شامل ہے۔اور اس تذکرہ سے مومن کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے اس پر اسے مزید رعب، خشیت، خوف اور ہیبت نہیں رہتی۔اس لیے رحمن اور رحیم کے بیان کو انسان کے اطمینان، امن، سکون قلب اور تسکین کے لیے (مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ) سے پہلے لایا گیا۔اور انسان کو احساس دلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جو بیان کی گئی وہی غالب ہے اس لئے یوم حساب کو وہ مایوس اور ناامید نہ ہوا گرچہ وہ دن بڑا تنگی والا ہو گا لیکن وہ تنگی اور سختی کفار پر ہو گی۔ جہاں تک تعلق ہے مومن کا جیسے بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی دونوں صفات مذکورہ یعنی الرحمن اور الرحیم ایمان والوں کے ساتھ ہو گی[22]۔

viii. سورۃ الفاتحہ کی عظمت وفضیلت:

علوم القرآن کی اہم انواع میں سے ایک نوع فضائل سور ہے۔ مجد الدین فیروز آبادی نے اپنی اس کتاب میں سورتوں کی توضیح میں جن آٹھ عنوانات سے استدلال کیا ہے ان میں سے بلحاظ ترتیب آخر میں سورت کے فضائل ہیں۔ سورۃ الفاتحہ جو کہ قرآن کریم کی عظیم الشان سورت ہے اپنے فضائل کے اعتبار سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔اس سورت کی فضیلت اور اہمیت کے بارے روایات وارد ہوئی ہیں۔مؤلف نے سورۃ الفاتحہ کے فضائل بیان کرنے میں مختلف احادیث وروایات سے استدلال کیا ہے۔

ب۔سورۃ البقرہ کے بصائر:

مجد الدین فیروز آبادی نے سورۃ بقرہ کی تفسیر میں سورت کا نام رقم کرنے کی بجائے ابتدائی کلمات ''الم- ذَلِكَ الْكِتَاب'' کو عنوان بنا کر یوں تحریر کیا ہے:''بصیرة فی الم-ذلک الکتاب---''[23]

سورۃ بقرہ کو قرآن کی طویل ترین سورت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مفسرین اس کا شمار مدنی سورتوں میں کرتے ہیں اور اس کے مدنی ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا، اگرچہ اس کی بعض آیات مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر نازل ہوئیں مگر وہ بھی باصطلاح مفسرین مدنی کہلاتی ہیں۔

---

[22] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمیز، ۱/۱۳۰

Ferūzābādī, Baṣā'ir dhawī al-Tamyīz, 1/130

[23] ایضاً، ۱/۱۳۳

Ibid.

i. سورہ کا مقام نزول:

علامہ فیروز آبادی نے سورہ بقرہ کے نزول کو درج ذیل عبارت میں واضح کیا ہے:

هذه السورة مدنيّة وهى اول سورة نزلت بعد هجرة النبى ﷺ الى المدينة۔[24]

یہ ایک مدنی سورت ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد نازل ہونے والی پہلی سورت ہے۔

ii. سورۃ بقرہ کی آیات، کلمات، حروف کی تعداد اور مختلف فیہ آیات کا بیان:

سورۃ بقرہ ترتیب میں قرآن کریم کی دوسری اور سب سے طویل سورت ہے۔ مؤلف نے اس سورت کی آیات کی تعداد کے حوالے سے اہل کوفہ، بصرہ، حجاز اور شام کے قراء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ لکھتے ہیں:

وعدد آياتها مائتان و ست و ثمانون آية (فى عدّ) الكوفيين، و سبع (فى عدّ) البصريين، و خمس (فى عدّ) الحجاز، و اربع(فى عدّ) الشاميين۔[25]

اہل کوفی کے نزدیک اس کی دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات ہیں اور اہل بصرہ کے نزدیک آیات کی تعداد دو سو ستاسی (۲۸۷) ہے اور اہل حجاز کے نزدیک ان آیات کی تعداد دو سو پچاسی (۲۸۵) ہے اور اہل شام کے نزدیک اس سورت کی آیات کی تعداد دو سو چوراسی (۲۸۴) ہے۔

قرآن کریم کی آیات کی تعداد کے حوالے سے بات کی جائے تو اس موضوع پر علماء کی جماعت نے مستقل کتب تالیف کی ہیں۔ زمخشری کا قول ہے:

الآيات علم توقيفى لا مجال للقياس فيه[26]

آیات کی پہچان ایک توقیفی (روایتی) علم ہے جس میں قیاس کو کچھ دخل نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب متعدد علماء و مفسرین نے آیات قرآنی کی تعداد معلوم کرنے پر توجہ دی تو ان کے مابین اختلافات منظر عام پر آنے لگے جیسا کہ ابو عبداللہ الموصلی نے اپنے قصیدہ ذات الرشد فی العدد کی شرح میں بیان کیا ہے:

---

[24] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۳

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/133

[25] ایضاً

Ibid.

[26] السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن بن ابی بکر م ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۳۱ھ، ص ۱۷۴
Suyūṭī, Al-Itqān fī ‘Ulūm al-Qur’ān, Dār al-Kutub al-‘Arabī, Beirut, 1431 A.H., 174

اختلف فی عد الآی اهل المدینة و مکة و الشام و البصرة و الکوفة[27]

آیتوں کے شمار میں اہل مکہ ،اہل مدینہ ،اہل شام ،اہل بصرہ اور اہل کوفہ سب ہی کا اختلاف ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں:

واما عدد آی القرآن فمختلف فیها ایضاً علی حسب اختلاف العادین۔ و العدد منسوب الی خمسة بلدان: مکة و المدینة و الکوفة و البصرة و الشام[28]

ابن جوزی نے ان تمام شہروں اور ان کے علماء کا تذکرہ کیا ہے جن کی طرف آیات کی تعداد منسوب ہے:

1. عدد مکی: مکی عدد مجاہد بن جبیر اور عبداللہ بن کثیر کی طرف منسوب ہے۔
2. عدد مدنی: عدد مدنی کی دو اقسام ہیں۔ پہلی وہ جس کو اہل کوفہ اہل مدینہ سے مرسلاً نقل کرتے ہیں اور اس میں کسی کا نام نہیں لیتے۔ دوسری ابو جعفر یزید بن قینقاع اور ان کے داماد شیبہ بن نصاح کی طرف منسوب ہے ان دونوں کے درمیان چھ آیتوں میں اختلاف ہے۔
3. عدد کوفی: یہ عدد ابو عبدالرحمن سلمی کی طرف منسوب ہے جو حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کی نسبت حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی طرف بھی کی ہے۔ ابن جوزی نے دونوں میں سے پہلی نسبت کو صحیح قرار دیا ہے۔
4. عدد بصری: اس عدد کی نسبت عاصم بن میمون جحدری کی طرف منسوب ہے۔ یہ ان حفاظ تابعین میں سے ایک ہیں جن کو حجاج بن یوسف نے حروف قرآن کی تعداد معلوم کرنے کے لیے مقرر کیا تھا۔
5. عدد شامی: یہ عدد عبداللہ بن عامر یحصبی کی طرف منسوب ہے۔[29]

---

[27] السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن بن ابی بکر م ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۳۱ھ، ص ۱۷۴،

Suyūṭī, Al-Itqān fī ‘Ulūm al-Qur’ān, Dār al-Kutub al-‘Arabī, Beirut, 1431 A.H.,P. 174

[28] ابن جوزی، فنون الافنان فی عیون علوم القرآن، دار البشائر، بیروت، ص ۲۳۶

Ibn Jawzī, Funūn al-Afnān fī ‘Uyūni ‘Ulūm al-Qur’ān, Dār al-Bashāir, Beirut, P. 236

[29] ایضاً، ص ۲۳۵-۲۴۱

Ibid. P. 235-41

مجد الدین فیروز آبادی نے اپنی کتاب میں سورۃ بقرہ کی آیات کی تعداد کے حوالے سے اہل کوفہ، بصرہ، حجاز اور شام کے مابین اختلاف کو بیان کیا ہے اور ساتھ ہی آپ اپنا مؤقف بیان کردیتے ہیں کہ ان میں سے صحیح قول اہل کوفہ کا ہے، لکھتے ہیں:

واعلى الروايات و اصحها العدد الكوفى، فان اسناده متصل بعلى بن ابى طالب رضى الله عنه [30]

سورۃ البقرۃ کے کلمات اور حروف کی تعداد کے بارے رقمطراز ہیں:

وعدد كلماته ستة آلاف كلمة و مائة و احدىٰ و عشرون كلمة و حروفها خمس و عشرون الفاً و خمسمائة حرف[31]

سورۃ بقرہ کے کلمات کی تعداد ۶۱۲۱ ہے اور اس کے حروف کی تعداد ۲۵۵۰۰ ہے۔

علامہ نے سورۃ بقرہ کی ان آیات کی طرف بھی اشارہ کردیا جن کے شمار میں اہل قراء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

علامہ کے نزدیک سورۃ بقرہ میں ایسی بارہ آیات ہیں:

وآياتها المختلَف فيها اثنتا عشرة آية: الٓمٓ[32]، {عذَاب أَليمٌ[33]} ، مصلحون[34]، خائفين[35]، و {قَولاً معروفاً[36]} ، {ماذَا ينفقُونْ[37]} ، {تتَفَكَّرونَ[38]} ، خلَق[39]، {ياأولي الألباب[40]} ، {الحي القيوم[41]} ، {مِّنَ الظلمات إِلَى النور[42]} ، {ولاَ شَهيد[43]}[44]

---

[30] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمیيز، ۱/۱۳۳

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/133

[31] ایضا

Ibid.

[32] البقرۃ ۲:۱

Al-Qur’an, 2:1

[33] ایضاً، ۲:۱۰

Ibid, 2:10

[34] ایضاً، ۲:۱۱

Ibid, 2:11

[35] البقرۃ ۲:۱۱۴

Al-Qur’an, 2:114

iii. فواصل آیات:

مجد الدین فیروز آبادی سورتوں کی تفسیر و تشریح میں ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے تعداد آیات و کلمات کے بعد سورۃ البقرہ کے فواصل بیان کرتے ہیں اور ساتھ ہی اس کو مثالوں کے ذریعے بھی واضح کرتے ہیں:

مجموع فواصل آیاتها (ق م ل ن د ب ر) و يجمعها (قم لندّبر) [45]

سورۃ بقرہ کی آیات کے فواصل (ق م ل ن د ب ر) ہیں اور جب انہیں جمع کر کے لکھا جاتا ہے تو (قم لندّبر) بن جاتا ہے۔

---

[36] البقرۃ ۲، ۲:۲۳۵

Al-Qur'an, 2:235

[37] ایضاً، ۲:۲۱۹

Ibid, 2:219

[38] ایضاً، ۲:۲۱۹

Ibid, 2:219

[39] ایضاً، ۲:۲۰۰

Ibid, 2:200

[40] ایضاً، ۲:۱۹۷

Ibid, 2:197

[41] ایضاً، ۲:۲۵۵

Ibid, 2:255

[42] ایضاً، ۲:۲۵۷

Ibid, 2:257

[43] ایضاً، ۲:۲۸۲

Ibid, 2:282

[44] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۴

Ferūzābādī, Baṣā'ir dhawī al-Tamyīz, 1/134

[45] ایضاً

Ibid.

ایک ہی آیت ہے جس میں فاصلہ لام ہے۔(فَقَدْ ضَلَّ سواء السَّبِيل)[46]

ایک ہی آیت ہے جس میں فاصلہ ق ہے۔(وما لَه في الْآخرة من خَلَاق[47])[48]

iv. سورۃ البقرہ کے اسماء:

مفسرین کرام نے سورۃ بقرہ کے کئی نام بیان کیے ہیں جیسے سورۃ بقرہ کو سنام القرآن، فسطاط القرآن، سید القرآن اور سورۃ ا۔ل۔م کہا جاتا ہے۔ ان میں سب سے مشہور نام البقرہ ہے۔ مؤلف نے اس سورت کے نام کے حوالے سے صرف چار اسماء پر اکتفا کیا ہے جن میں البقرہ، سورہ الکرسی، سنام القرآن اور الزھراء شامل ہیں۔ یہاں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1) البقرۃ:

آپ لکھتے ہیں:

البقرة، لاشتمالها على قصَّة البقرة. وفى بعض الروايات عن النبى ﷺ: السورة التى تذكر فيها البقرة.[49]

بقرہ نام اس لیے ہے کہ اس میں گائے کا قصہ شامل ہے اور بعض روایات آپ ﷺ سے منقول ہیں جن میں آیا ہے کہ وہ سورت جس میں بقرہ کا تذکرہ ہے۔

2) سورۃ الکرسی:

مؤلف اس کا دوسرا نام سورۃ الکرسی بیان کرتے ہیں اور اس کی مناسبت آپ آیت الکرسی کی طرف کرتے ہیں جو کہ اس سورت میں آتی ہے اور اسے قرآن کی سب سے بڑی آیت بھی کہا جاتا ہے۔[50]

---

[46] البقرۃ ۲:۱۰۸

Al-Qur'an, 2:108

[47] ایضاً، ۲:۲۰۰

Ibid, 2:200

[48] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۴

Ferūzābādī, Baṣā'ir dhawī al-Tamyīz, 1/134

[49] ایضاً

Ibid.

[50] ایضاً

3) سنام القرآن:

اس سورۃ کا ایک نام "سنام القرآن" بھی ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ لِكُلِّ شيء سَنَاماً وسَنَام القرآن سورة البقرة[51]۔[52]

بے شک ہر چیز کے لیے رفعت و بلندی ہے اور قرآن مجید کی بلندی سورۃ البقرہ ہے۔ یعنی سنام سے مراد بلندی ہے اور یہ سورت بھی رفیع اور بلند ہے۔

4) الزہراء:

مؤلف سورۃ بقرہ کے اسماء کے حوالے سے جو آخری نام بیان کرتے ہیں وہ الزہراء ہے۔ موصوف اس بارے درج ذیل روایت نقل کرتے ہیں: اقرءوا الزَّهراوين البقرة وآل عمران[53]۔[54]

v. سورت کے مقاصد:

علامہ فیروز آبادی نے سورت میں گہرے تدبر و تفکر اور عمیق مطالعہ کے بعد درج ذیل مقاصد کا استخراج کیا ہے:

وعلى الإجمال مقصود هذه السُّورة مدح مؤمنى أَهل الْكتاب، وذمّ الكفَّار كفَّارِ مكَّة، ومنافقى المدينة، والرّدّ على منكرى النبوّة، وقصة التخليق، والتعليم، وتلقين آدم، وملامة علماءِ الْيهود فى مواضع عدَّة، وقصَّة موسى، واستسقائه، ومواعدته ربّه، ومنَّته على بنى إِسرائيل، وشكواه منهم، وحديث البقرة، وقصة سليمان، وهاروت وماروت، والسحرة، والرّدّ على النَّصارى، وابتلاء إِبراهيم عليه السَّلام، وبناء الكعبة، ووصيَّة يعقوب لأَولاده، وتحويل القبلة، وبيان الصبر

Ibid.

51 الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۴

Ferūzābādī, Baṣā'ir dhawī al-Tamyīz, 1/134.

52 ترمذی، السنن، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، (2878)

Al-Tirmidhī, Al-Sunan, Book of The Virtues of the Qur'an, Chapter on what came in Sūra al-Baqara and Ayat al-Kursī, No. 2878

53 الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۴

Ferūzābādī, Baṣā'ir dhawī al-Tamyīz, 1/134

54 مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، (804)

Muslim, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, The Book of Prayers-Travellers, Chapter: The virtue of reciting the Qur'an and Sūra al-Baqarah, No. 804

على المصيبة، وثوابه، ووجوب السَّعى بين الصفا والمروة، وبيان حُجَّة التَّوحيد، وطلب الحلال، وإِباحة الميتة حال الضرورة، وحكم القِصاص، والأَمر بصيام رمضان، والأَمر باجتناب الحرام، والأَمر بقتال الكفار، والأَمر بالحجِّ والعُمْرة، وتعديد النعم على بنى إِسرائيل وحكم القتال فى الأَشهر الحُرُم؛ والسؤال عن الخمر والْمَيْسِر ومال الأَيتام، والحيض؛ والطلاق؛ والمناكحات، وذكر العِدّة، والمحافظة على الصلوات، وذكر الصَّدقات والنَّفقات، ومُلْك طالوت، وقتل جالوت؛ ومناظرة الخليل عليه السَّلام؛ ونمْرُود، وإِحياء الموتى بدعاءِ إِبراهيم، وحكم الإِخلاص فى النفقة، وتحريم الربا وبيان (الزَّانيات) ، وتخصيص الرّسول صلَّى الله عليه وسلم ليلة المعراج بالإِيمان حيث قال: {ءَامَنَ الرَّسُولُ} إِلى آخر السُّورة.[55]

مذکورہ بالا مقاصد سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ سورۃ البقرہ کے آغاز سے لے کر اختتام تک تمام بنیادی موضوعات کا انتہائی عمدگی سے احاطہ کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں عقائد و عبادات، احکام و مسائل، قصص و واقعات کے جس قدر مضامین وارد ہوئے ہیں آپ نے ان کو یہاں ترتیب سے بیان کیا ہے۔

vi. ناسخ ومنسوخ:

سورتوں کی تفسیر و توضیح میں مجد الدین فیروز آبادی نے جو منہج اختیار کیا ہے ان میں سے ایک ناسخ و منسوخ بھی ہے۔ سورۃ بقرہ کی تفصیل میں مؤلف تقریباً ساٹھ ایسی آیات کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق ناسخ و منسوخ سے ہے۔ ناسخ و منسوخ آیات کے بیان میں آپ نے جو اسلوب اپنایا ہے اس میں پہلے منسوخ آیت کو بیان کیا ہے اور نسخ کی تفصیلات ذکر کرنے کی بجائے صرف ناسخ کے لیے (ن) اور منسوخ آیت کے لیے (م) کا لفظ استعمال کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ان میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

مثال ۱: منسوخ آیت: إِنَّ الذين آمنواْ والذين هادواْ[56]

مؤلف سورۃ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں اور اس کے بعد ناسخ آیت کو بیان کرتے ہیں۔

ناسخ آیت: ومن يبتغِ غَير الإسلام ديناً[57] -[58]

---

[55] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۵

Ferūzābādī, Baṣā’ir dhawī al-Tamyīz, 1/135

[56] البقرۃ ۲: ۶۲

Al-Qur’an, 2: 62

سورۃ بقرہ کی اس آیت جسے مؤلف نے منسوخ قرار دیا ہے کے پس منظر میں چونکہ نافرمانوں کے عذاب کا ذکر تھا جبکہ یہاں جولوگ نیک تھے ان کے ثواب کا ذکر ہو رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تابعداری کرنے والوں کے لیے یہ بشارات تاقیامت ہیں کہ نہ مستقبل کا ڈر اور نہ یہاں حاصل نہ ہونے والی اشیاء کا افسوس و حسرت۔[59]

اس کے مقابل دوسری آیت جو کہ سورۃ آل عمران سے لی گئی ہے جسے مؤلف نے ناسخ آیت قرار دیا ہے' یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کسی چیز کا طالب ہو' اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہو گا۔ ان دونوں آیات میں یہی تطبیق ہے کہ کسی شخص کا کوئی عمل' کوئی طریقہ مقبول نہیں تاوقتیکہ وہ شریعت محمدی ﷺ کے مطابق نہ ہو۔ مگر یہ اس وقت ہے جب کہ آپ ﷺ مبعوث ہو کر دنیا میں آگئے۔ آپ ﷺ سے پہلے جس نبی کا جو زمانہ تھا اور جو لوگ اس زمانے میں تھے ان کے لیے ان کے زمانہ کے نبی کی تابعداری شرط ہے۔[60]

مثال ۲: منسوخ آیت: وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حسناً[61] اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا

ناسخ آیت: فاقتلوا المشركين حيث وجدتُموهم[62]۔[63]

[57] آل عمران ۳:۸۵

Al-Qur'an, 3: 85

[58] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۶

Ferūzābādī , Baṣā'ir dhawī al-Tamyī z, 1/136

[59] ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۱۹۷۸ء، ۱/۱۶۱

Ibn Kathīr, 'Imād al-Dīn, Tafsīr al-Quran al-'Aẓīm, Maktaba Quddūsiyya, Lahore, 1978, 1/161

[60] ایضاً

Ibid.

[61] البقرۃ ۲:۸۳

Al-Qur'an, 2: 83

[62] التوبۃ ۹:۵

Al-Qur'an, 9: 5

[63] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۶

Ferūzābādī , Baṣā'ir dhawī al-Tamyī z, 1/136

پس جہاں بھی مشرکین کو پاؤ تو ان سے لڑو اور انہیں پکڑو۔

لوگوں سے بھلی بات کہی جائے اس میں یہ معنی شامل نہیں ہے کہ مشرکین سے کسی صورت قتال نہ کیا جائے۔ لہٰذا جب کفار سے قتال کی نوبت آئے گی تو اس سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے مؤلف نے (وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً) کو منسوخ شمار کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک قول اس کے محکم ہونے کا بھی بیان کر دیا۔

مثال ۳: منسوخ آیت: فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا[64] **ناسخ آیت:** وحيثَ ما كُنْتم فوَلُّوا وجوهَكُم شَطْره [65]_[66]

اور تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس کی طرف پھیرا کرو۔

سورۃ بقرہ کی یہ آیت جس میں بیت المقدس کو صرف علامت وحدت وسمت قرار دیا گیا ہے جبکہ اللہ کا جمال و جلال غیر محدود ہے مؤلف نے اس آیت کا شمار منسوخ آیات میں کیا ہے۔

اس آیت مبارکہ کے پس منظر میں نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے ان اصحاب کو تسلی دی جا رہی ہے جو مکہ سے نکالے گئے تھے اور اپنی مسجد سے روکے گئے۔ حضور ﷺ مکہ شریف میں نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے تو کعبہ اللہ بھی سامنے ہی ہوتا تھا۔ جب مدینہ تشریف لائے تو سولہ سترہ ماہ تک تو ادھر ہی نماز پڑھتے رہے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا۔[67]

vii. متشابہات:

---

[64] البقرۃ ۲:۱۱۵

Al-Qur’an, 2: 115

[65] ایضاً، ۲: ۱۴۴، ۱۵۰

Ibid, 2: 144, 150

[66] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۶

Ferūzābādī , Baṣā’ir dhawī al-Tamyī z, 1/136

[67] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱/۲۱۸

Ibn Kathīr, Tafsīr al-Quran al-‘Aẓīm, 1/218

علامہ فیروز آبادی نے متشابہات کے بیان میں ان الفاظ قرآنیہ کو بیان کیا جو باہم ملتے جلتے الفاظ ہیں اور متعدد مقامات پر ان کا استعمال ہوا ہے لیکن بعض الفاظ کی وضاحت میں آپ نے معنوی اعتبار سے بھی متشابہ کی نشاندہی کی ہے جیسے سورۃ البقرہ کے آغاز میں "الم" کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(الم) تكررت في ست سور فهي من المتشابه لفظاً. وذهب كثير من المفسّرين في قوله: {وأُخر مُتَشَابِهَاتٌ[68]} إلى أنّها هذه الحروف التي في أوائل السور، فهي من المتشابه لفظاً ومعنًى والموجب لذكره أوّل البقرة هو بعينه الموجب لذكره في أوائل سائر السُّور۔[69]

(الم) یہ حروف چھ سورتوں میں مقرر آئے ہیں اور یہ سب لفظاً متشابہ ہیں۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ ((اخر متشابھات)) سے مراد یہی وہ حروف ہیں جو سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں یہ سب حروف لفظاً اور معناً متشابہ ہیں۔ بقیہ تمام سورتوں کے آغاز میں ان حروف کے نازل ہونے کی وجہ وہی ہے جو سورۃ البقرہ کی ابتدا میں وارد ہونے کی ہے۔

viii. فضیلت وشرف:

سورۃ بقرہ کی فضیلت سے متعلق کتب احادیث میں بہت سی روایات موجود ہیں اس سلسلے میں مجد الدین فیروز آبادی نے اپنی کتاب میں چند روایات نقل کی ہیں جن سے سورۃ البقرہ کی قدر و منزلت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مثال کے لئے دو روایات درج ذیل ہیں:

عن أبي بريدة عن أبيه أنّ رسول الله ﷺ قال: "تعلّموا البقرة؛ فإن أخذها بركة، وتركها حسرة، ولن يستطيعها البطَلَة[70]۔ [71]

---

[68] آل عمران ۳:۷

Al-Qur'an, 3: 7

[69] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز، ۱/۱۳۸

Ferūzābādī , Baṣā'ir dhawī al-Tamyī z, 1/138

[70] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، 804؛ طبرانی، المعجم الاوسط، 8823؛ احمد بن حنبل، المسند، 23000

Muslim, Al-Jāmi' al-Ṣaḥī ḥ, The Book of Prayers-Travellers, Chapter: The virtue of reciting the Qur'an and Sūra al-Baqarah, No. 804; Ṭabarānī , Al-Mu'jam al-Aust, No. 8823; Ahmad b. Ḥanbal, Al-Musnad, No. 23000

حضرت ابو بریدہؓ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: سورۃ بقرہ سیکھو' اس کو حاصل کرنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اور جادو گر اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

إنَّ الشَّيطان لا يدخل بيتاً يقرأُ فيه سورة البقرة[72]۔[73]

جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جائے وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔

نتائج بحث

i. بصائر ذوی التمیيز فی لطائف الکتاب العزیز علوم قرآنیہ پر مشتمل چھ جلدوں میں وہ کتاب ہے جسکو نویں صدی کے معروف لغوی مجد الدین فیروز آبادی نے تالیف کیا ہے۔

ii. بصائر ذوی التمیيز میں جن موضوعات کو بیان کیا گیا ان میں سے ایک وہ ہے جس میں سورۃ الحمد سے والناس تک تمام سور کی توضیح و تفسیر میں آٹھ مخصوص انواع علوم القرآن کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

iii. مباحث تفسیر کے تحت علامہ فیروز آبادی نے علوم القرآن کے جن آٹھ مضامین کے تناظر میں ہر سورت کی تفصیل بیان کی ہے، ان میں مقام نزول، آیات، کلمات اور حروف کی تعداد میں اختلاف، فواصل آیات، سورتوں کے اسماء، مقاصد سور، ناسخ و منسوخ، متشابہات، عظمت وفضیلت قرآن شامل ہیں۔

---

[71] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمیيز، ۱/۱۵۶

Ferūzābādī , Baṣā’ir dhawī al-Tamyī z, 1/156

[72] الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ حدیث کی تفصیل کیلئے دیکھیں: ترمذی، السنن، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ البقرۃ وآیۃ الکرسی، 2877؛ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب استحباب صلاة النافلة فی بيته و جوازھا فی المسجد، 780

With minor difference in wording of Ḥadīth, for details, see: Al-Tirmidhī , Al-Sunan, Book of The Virtues of the Qur'an, Chapter on what came in Sūra al-Baqara and Ayat al-Kursī, No. 2878; Muslim, Al-Jāmi’ al-Ṣaḥī ḥ, The Book of Prayers-Travellers, Chapter: It is recommended to offer voluntary prayers in one’s house although it is permissible to offer them in the mosque, No. 780

[73] الفیروز آبادی، بصائر ذوی التمیيز، ۱/۱۵۶

Ferūzābādī , Baṣā’ir dhawī al-Tamyī z, 1/156

iv. علامہ فیروز آبادی نے سورتوں کی مکی و مدنی تفصیلات میں ایجاز واختصار کا اسلوب اختیار کیا۔اس کے ساتھ ساتھ اگر کہیں مقامِ نزول میں اختلاف ہوا آپ نے نہ صرف اسکی نشاندہی کی بلکہ راجح قول کو بھی ذکر کیا۔

v. سورتوں کی تفسیر میں کتاب مذکور کی نمایاں خصوصیت ہر سورت کی آیات، کلمات اور حروف کی تعداد کو بیان کرنا ہے۔ جہاں کہیں تعدادِ آیات میں اختلاف ہے آپ نے اُس کی وضاحت کی لیکن آپ نے اپنے نقل کردہ اقوال کو اُن قائلین کی طرف منسوب نہیں کیا اور نہ ہی تعداد کے اختلاف کو اُن کے معروف مذاہب کی طرف منسوب کیا ہے۔

vi. تعدادِ آیات کے بعد آپ نے متعلقہ سورت کے فواصل کو مختصر لیکن جامع انداز میں بیان کیا ہے اور اس ضمن میں اختلافی اقوال اور اُن کے دلائل نقل نہیں کیئے۔ جیسے سورت فاتحہ کے فواصل کو (م ن) اور سورۃ بقرۃ کے فواصل کو (ق م ل ن د ب ر) کے ساتھ بیان کیا ہے۔

vii. سورتوں کے اسماء کو تفصیلاً بیان کرنے کا اہتمام کتاب کی امتیازی خصوصیت ہے اِس میں بھی آپ کا منہج دیگر کتب علومِ قرآنیہ سے بالکل مختلف ہے۔آپ کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ مختلف روایات و آثار کو نقل کیئے بغیر سور کے اسماء بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

viii. سورتوں کی تفسیر میں ان کے مقاصد کا تعین کرنا کتاب کی نمایاں اور منفرد خصوصیت ہے۔ آپ نے ہر سورت کے مقاصد کو مختصر عناوین میں ذکر کر کے پوری سورت کے مضامین کا احاطہ کیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ بقرۃ کے تمام بنیادی موضوعات جیسے عقائد و عبادات، احکام و مسائل، اور قصص و واقعات کے جس قدر مضامین وارد ہوئے، سب کا تعین کیا ہے۔

ix. ہر سورت کے تحت اس کی ناسخ و منسوخ آیات کا تعین کرنے میں آپ نے منفرد اسلوب اختیار کیا۔اطرافِ آیات کی (ن) یعنی ناسخ اور (م) یعنی منسوخ کے ساتھ نشاندہی کی۔

x. مباحث تفسیر کے ضمن میں آپ نے ایک عنوان متشابہات کا قائم کیا اور اس میں وہ تمام آیات بیان کی جو لفظاً یا معناً تشابہہ کے قبیل سے تھیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.